پاکستانی نظام تعلیم پر تحریکِ استشراق کے اثرات

ڈاکٹر اعجاز احمد*
ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ**

Among different agendas of Orientalistic movements, education system of Muslim countries is of their prime interest. Egypt and subcontinent were having seen rigorous challenges posed by western orientalists. In post colonial era, Pakistan is among their biggest target. This article intends to identify two primal areas of Pakistani education system, i.e. Syllabi and teaching staff as main target of western Orientalists. Findings of this article shows the alarming facts regarding different strategies which western powers has adopted in order to tame our Religions system according to their mendane agendas.

اس وقت عالم اسلام کی جو صورتحال ہے وہ اس اعتبار سے انتہائی پیچیدہ اور سنگین نتائج کی حامل ہے کہ آج اسلامی تہذیب وثقافت کے خلاف زبردست یلغار جاری ہے۔ اس یلغار میں عالم اسلام نہ صرف مادی اور انسانی خسارے سے دوچار ہے بلکہ اپنی تہذیب وثقافت اور عقائد سے بھی دور ہوتا جارہا ہے۔ مادی، اعتقادی، تہذیبی، ثقافتی اور لسانی اعتبار سے اسلامی اور مغربی تہذیب میں کشمکش جاری ہے۔ ایک طرف پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے مسلمانوں کو ان کے عقائد اور تہذیب سے بیگانہ کیا جارہا ہے تو دوسری طرف ثقافتی اور تہذیبی رنگا رنگی وتنوع کو ختم کر کے ایک عالمی (امریکی/یہودی) ثقافت کو پورے انسانی معاشرے پر مسلط کیا جارہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان ہی نہیں بلکہ کسی بھی ملک کے باشندے کے لیے اس کی تہذیب وثقافت اجنبی اور نامانوس ہوتی جارہی ہے۔ جو اقوام اس مغربی کلچر کو قبول کرنے سے کسی درجہ بھی انکار کرتی ہیں انہیں پوری دنیا سے الگ کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں چونکہ مسلمان دنیا نے اس مغربی ثقافت کو قبول کرنے میں پس وپیش سے کام لیا ہے، اس لیے ان کی عدم رواداری کی مثالیں بارہا دنیا کے سامنے پیش کی جاچکی ہیں۔ کبھی مسلمانوں کو خصوصاً پاکستان کے مسلمانوں کو انتہا پسند، دہشت گرد، دقیانوس قرار دیا جاتا ہے اور ان پر الزامات عائد کیے جاتے ہیں اور اس مہم میں ان کا اصل ہدف مسلمان اور پاکستانی مسلمان ہیں کیونکہ پاکستان چونکہ کسی حد تک مزاحمت کرتا ہے اس لیے اس طرح کے الزامات کا سامنا بھی

* لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، سول لائنز، لاہور۔
** چیئرمین/اسسٹنٹ پروفیسر ادارہ اسلامی فکر وتہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ وٹیکنالوجی، لاہور۔

پاکستان کو ہے اور مغربی ذرائع ابلاغ، اسلامی تہذیب وثقافت، اخلاق وکردار کے خلاف قائم کردہ اس مہم کا ایک لازمی حصہ ہے۔ برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر (Tony Blayer) کا یہ اعلان کہ 11/9 نے صلیبی جنگوں کا آغاز کر دیا ہے، دراصل ان کی طرف سے اسلامی اقدار ومعاشرت کے خلاف کھلی جنگ ہے۔

اس تہذیبی جنگ میں مغرب نے اپنے ہر ادارے کو شامل کر دیا ہے، خواہ وہ مفکرین ہوں یا ان کے Thik Tank ہوں یا وہ این جی اوز ہوں جو پوری دنیا خصوصاً مسلم دنیا میں اس تہذیبی تصادم کا اعلان کر رہی ہیں۔ ان سب کا ایک ہی مرکزی خیال ہے کہ اصل مقابلہ مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب کے درمیان ہے۔ مسلمانوں پر مغرب کی اس تہذیبی وثقافتی یلغار کے پانچ پہلو ہیں:

۱۔ معاشرتی یلغار	۲۔ معاشی یلغار	۳۔ سیاسی یلغار
۴۔ مذہبی یلغار	۵۔ علمی وفکری یلغار	

آج کے دور میں عالمی پروپگنڈا، ذرائع ابلاغ، تعلیمی نظام، مستشرقین کی تحقیقوں، وفود کی آمد اور ماہرین کے تقرر سے مسلمانوں کو ذہنی طور پر زیر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ بہت عرصہ سے مسلمانوں کے دین میں ترمیم کی کوشش کی جارہی ہیں۔ جدت پسندی کے نظریے کو فروغ دے کر اسلامی روایات واقدار کی مضبوط اور قدیم عمارت کو منہدم کرنے کی کوشش بھی اسی مہم کا حصہ ہیں۔

ذرائع ابلاغ اور پاکستانی معاشرت

اس سیلاب کا رخ ہمارے گھرانوں کی طرف ہے، عورت کو گھر سے نکال کر، پردے سے آزاد کر کے، مساوات مرد وزن کی تحریکوں سے مسحور کر کے اسلامی معاشرت کے بنیادی ادارے "خاندان" کے نظام کو تباہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ امن، محبت، آزادی، انصاف اور رواداری جیسے دلفریب نعروں کی طرح یورپ کا ظاہر بہت خوبصورت ہے مگر آزادی نسواں، حقوق نسواں، مساوات مرد وزن جیسے بلند وبانگ نعروں سے ایک بھیانک باطن ظاہر ہوتا ہے جسے یورپ بطور ہتھیار استعمال کرتے ہوئے اسلامی دنیا پر پوری شدت سے حملہ آور ہے۔ اسلامی معاشرے کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں جس قدر کام اس "ہتھیار" نے کیا ہے شاید ہی کوئی دوسرا ہتھیار ایسا کر سکا ہو۔ ہر مسلم ملک کے خلاف اس ہتھیار کو استعمال کیا جارہا ہے۔ کہیں یہ معاملہ آگے جاچکا ہے اور کہیں ذرا پیچھے ہے۔ بہرحال رخ ایک ہی ہے یعنی آزادی نسواں، مساوات مرد وزن، عورت کا ترک پردہ اور ترک خانہ۔ لادینیت پسندوں کے دل ودماغ تو پہلے ہی مفتوح ہیں مگر اب اہل مغرب نے خواتین کو اس مہم میں شامل کر لیا ہے اور انہیں ماڈرن بنا کر میدان میں لے آیا ہے تاکہ وہ دیگر خواتین کے

لیے ترغیب وتحریص کا کام کرسکیں۔ نعیم صدیقی اس بارے میں لکھتے ہیں:

> یہ ہے مغرب کی تہذیبی سامراج کی فتح کردہ اور مسحور کردہ فوج جو اسلامی تہذیب کے پاسداروں کے خلاف دشمن کے ساتھ ہو کر معرکہ آراء ہے۔ وہی ذہنیت، وہی دلائل، وہی انداز واطوار، انہدا من انداز قدرا می شناسم[11]

موجودہ مغربی معاشروں میں عورت ترقی ومساوات کے نعروں میں بہک کر توہین وتذلیل کے ایسے مقام تک آگئی ہے جہاں اس کا پلٹنا تقریباً ناممکن ہے۔ آزادی کی آڑ میں آج مغربی عورت بدترین استحصال کا شکار ہورہی ہے اور آج پاکستانی معاشرے میں اسی چیز کو فروغ دیا جارہا ہے تاکہ یہاں بھی مغرب سے مختلف صورتحال نہ ہو۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے ذرائع ابلاغ پر زیادہ تر کنٹرول انہی مغربی اداروں یا مغرب نواز افراد کا ہے اور اس وجہ سے وہ وہی دکھاتے ہیں جو مغرب دکھانا چاہتا ہے۔ وہی پیش کرنا چاہتے ہیں جو مغرب کے عزائم کو پورا کرنے میں معاون ہوسکے۔ مولانا مودودیؒ اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:

> مغربی تہذیب کی برق پاشیوں اور جلوی سامانیوں نے اہل مشرق کی عموماً اور مسلمانوں کی نظروں کو خصوصاً جس طرح ذخیرہ کیا ہے، وہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔۔۔ عریانی نے جس سیل رواں کی شکل اختیار کی ہے اس نے ہماری ملی اور دینی اقدار کو خس وخاشاک کی طرح بہادیا ہے۔ اس کی چمک دمک نے ہمیں کچھ اس طرح مبہوت کردیا ہے کہ ہم یہ تمیز نہ کرسکے کہ اس چمکتی ہوئی شے میں زر خالص کتنا ہے اور کھوٹ کتنا اس تیز وتند سیلاب کے مقابلے میں ہم اتنے بے بس ہو کر رہ گئے ہیں کہ ہماری اکثریت نے اپنے آپ کو پوری طرح اس کے حوالے کردیا۔ نتیجتاً ہمارا معاشرہ تلپٹ ہوگیا اور ہمارے خاندانی نظام کا شیرازہ کچھ اس طرح منتشر ہوا کہ کوچہ کوچہ ہماری اس تہذیبی خودکشی پر نوحہ کررہا ہے۔[12]

تاریخ شاہد ہے کہ قوموں کی تباہی ہمیشہ اخلاقی زوال کے راستے آئی اور اخلاقی تنزل ایسے معاشروں میں تیزی سے پھیلا جہاں عورت کو اس کے منصب سے ہٹا کر محفلوں اور شاہراہوں پر لاکر تسکین ہوس کا سامان بنایا گیا ہو، یہاں کہ جنسیت آلودہ فلموں، گھٹیا ناولوں، عریاں تصاویر اور اشتہارات کی مارکیٹ میں نسائیت کی دھجیاں اڑادی جاتی ہیں اور سادہ دل عورت 'آزادی نسواں' کے ساحرانہ نعرے سے بدمست ہو کر ان پستیوں میں بصد شوق گرتی چلی جاتی ہے۔ مثلاً مقابلہ حسن کا انعقاد کیا جاتا ہے اور یہ انتخاب جس طرح عمل میں لایا جاتا ہے، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا میں اس کی بھرپور کوریج کی جاتی ہے اور اس کا مقصد خصوصاً

مشرقی ممالک اور اسلامی ممالک کو ترغیب دینا ہوتا ہے تاکہ وہاں کی عورتیں بھی اس مقابلہ میں شریک ہو کر اپنے حسن کو پوری دنیا کے سامنے پیش کریں۔ انتہائی گھٹیا تصور کو اس قدر خوبصورت بنا کر پیش کیا جاتا ہے کہ عورت کو اس کے اندر کی بدبو اور غلاظت نظر نہیں آتی۔

۹۰ء کی دہائی میں انٹرنیٹ کیبل وغیرہ کے ذریعے مغرب نے اسلام کے خلاف ایک اور جنگ شروع کی جسے ہم Media war کہہ سکتے ہیں کہ اب اسلحے کی جنگ نہیں ہوگی بلکہ مغرب ذرائع ابلاغ کے ذریعے فتوحات کرے گا۔ چنانچہ اب ذرائع ابلاغ کو بطور ہتھیار استعمال کیا جا رہا ہے اور اس کے ذریعے مغرب نے اپنے خیالات کی ترویج اتنے مؤثر طریقے سے کر رہا ہے کہ آج غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط تصور کیا جا رہا ہے۔

تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں۔ فحش لٹریچر جو جنگ کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرت اشاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات نہ صرف بھڑکاتے جاتے ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں، عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس اور بسا اوقات ان کی برہنگی اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال اور مردوں کے ساتھ ان کی ہر قید و امتیاز سے ناآشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تین چیزیں ہمارے ہاں بڑھتی چلی جارہی ہے اور ان کا نتیجہ مسیحی تہذیب اور معاشرت کا زوال اور آخر کار تباہی ہے اگر ان کو نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان جیسی دوسری قوموں کی مماثل ہوگی جن کو یہی نفس پرستی اور شہوانیت، ان کی شراب، عورتوں اور ناچ گانے سمیت فنا کے گھاٹ اتار چکی ہے۔[۳]

الیکٹرانک میڈیا "آزادی نسواں کی تحریک کو فروغ دینے میں کس حد تک معاون ہو رہا ہے، مغربی پروگراموں کو دیکھ کر یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مغرب کے تقریباً ۱۰۰ فیصد پروگرام عورت کو ایک Sex Simble کے طور پر لا رہے ہیں اور اسے عورت کی آزادی کے طور پر لا رہے ہیں اور اسے عورت کی آزادی کا نام دیا گیا ہے۔ مغربی میڈیا کی تقلید میں اکثر مسلمان ممالک میں بھی عورت کو یہی مقام دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پاکستان، جو ایک وسیع اسلامی مملکت ہے، کا میڈیا اس سلسلے میں پیش پیش ہے مثلاً PTV پر پروگرام کے دوران دکھائے جانے والے اشتہارات کا ہی جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ تقریباً 99.9 فیصد اشتہارات میں عورت کو دکھایا گیا ہے حتیٰ کہ ان اشتہارات میں بھی جن کا عورت سے دور تک تعلق نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی میڈیا کی تقلید میں اکثر اسلامی ممالک کے میڈیا میں بھی عورت کو صرف ایک Sales Girl تک محدود رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اس دور کو ہم میڈیا کے ایسے دور سے تعبیر کر سکتے ہیں جس میں قوموں کو اسلحہ اور فوجوں کے ذریعے قتل کرنے کی بجائے میڈیا کے ذریعے قتل کیا جا رہا ہے، اس ثقافتی اور تہذیبی اور نفسیاتی جنگ کی منصوبہ بندی صحافت، ریڈیو اور ٹی وی کے ماہرین کرتے ہیں نہ کہ فوجی ماہرین۔ آج دنیا میں برتری اور غلبہ اسی کو حاصل ہے جس کے پلڑے میں پروپیگنڈا کا وزن ہے ایسا وزن جس کے مقابلے میں اعلیٰ اخلاقی وثقافتی اور تہذیبی وسیاسی قدروں اور خوبیوں اور افضل ترین آراء وافکار کی ادنیٰ اہمیت اور ذرہ برابر قدر و قیمت نہیں۔ اب تعلیم یافتہ انسان بھی کسی چیز کی اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ پروپیگنڈا اور اشتہار کی بدولت کرتے ہیں۔ اس کو پروپیگنڈا یا میڈیا کا کمال بھی کہا جائے گا کہ پروپیگنڈا کے ماہرین نے لوگوں کی نگاہوں میں قائد و رہنما اور مخلص وخیر خواہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے حالانکہ اس حقیقت سے سب ہی واقف ہیں کہ اس پروپیگنڈا کے پس پردہ بڑی بڑی حکومتیں اور ان کی سیاسی واقتصادی مصلحتیں ہیں جو میڈیا کے ماہرین کے ذریعے متعین مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے پلاننگ کراتی ہیں یا میڈیا کے ماہرین کو انہوں نے ہراول دستہ کی صورت دے دی ہے۔ اس کا نتیجہ لازمی طور پر یہ سامنے آیا ہے کہ نہ صرف سیاسی واقتصادی زندگی بلکہ خود انسانی زندگی بھی میڈیا کے تابع ہو کر رہ گئی ہے۔

سماجی زندگی اور رابطہ عامہ کے ماہرین کو میڈیا کے غیر معمولی گہرے اور ہمہ گیر اثرات پر اتنا بھروسہ ہے کہ وہ جب چاہتے ہیں اپنے متعین اغراض ومقاصد کو حاصل کرنے کے لیے کسی ملک وقوم کی اخلاقی وسیاسی قدروں کو تہ وبالا کر دیتے ہیں۔ وہ جب ایسا اقدام کرتے ہیں تو انہیں اس کی بجا طور پر توقع ہوتی ہے کہ ان ملکوں اور قوموں کے لوگ ان کے پھیلائے ہوئے دام تزویر میں پھنس جائیں گے۔ اس لیے کہ ان کے پاس میڈیا کی غیر معمولی طاقت اور اس کے گہرے اثرات کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں نہ تو ذرائع ابلاغ کی بھاری بھرکم طاقت ہے اور نہ فنی اور تکنیکی صلاحیت اور منصوبہ بندی ہے کہ وہ اس پروپیگنڈہ کا توڑ کر سکیں۔[۳۲]

قیام پاکستان کے بعد استشراقی فکر سے متاثرہ افراد نے یہاں پر ہر ایسی فکر کو عام کرنے کی کوشش کی جو مستشرقین چاہتے تھے۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ جو بھی آواز اسلام کے حق میں اٹھی اسے دبانے کے لیے میڈیا نے بھرپور کردار ادا کیا۔ ان افراد نے ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلام کے خلاف محاذ گرم کیا جیسا کہ حدود آرڈیننس کے خلاف باقاعدہ اشتہاری مہم چلائی گئی۔ حقوق نسواں بل کے حق میں میڈیا ٹرائل کئی ماہ جاری رہا۔ ٹی وی چینلز نے اس مہم میں حقوق نسواں بل کے حق میں خوب پروپیگنڈا کیا۔ ''جیو'' چینل نے ''ذرا سوچئے'' کے نام سے پروگرام ترتیب دیا اور حدود آرڈیننس کے خلاف محاذ گرم رکھا۔ نہ صرف یہ بلکہ ایک

مخصوص اخبار نے اس سلسلے میں کئی ماہ اشتہارات شائع کیے۔ یہ سب کچھ مغرب کے اس ایجنڈے کا حصہ تھا جس کے تحت وہ پاکستان سے اس حد زنا آرڈیننس کو ختم کروانا چاہتا تھا تا کہ مغرب کے مفادات کے مطابق قانون سازی ہو سکے۔

ہر ایسے لو میرج کے کیس کو بھر پور کوریج دی گئی جس میں لڑکی نے گھر سے بھاگ کر شادی کی اور وہ والدین کے ساتھ نہیں جانا چاہتی تھی۔ اس سے میڈیا کا مقصد پسند کی شادی کے کلچر کو فروغ دینا مقصود تھا تا کہ ہمارا معاشرہ بھی ان اقدار سے خالی ہو جائے جو اسلامی معاشرے کا طرۂ امتیاز تھیں۔ خاندانی منصوبہ بندی کے حق میں میڈیا کا بھر پور استعمال کیا گیا۔ ریپ کے کیسز کو بھی اچھالا گیا تا کہ آزادیٔ نسواں اور حقوق نسواں کے نعروں کی پذیرائی کو موقع اور جواز فراہم کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں بطور مثال 'مختاراں مائی' کا واقعہ ہے کہ میڈیا نے اس کو ایک ہیروئین بنا کر پیش کیا اور مغرب نے اس کی اس قدر پذیرائی کی کہ اس کو ایوارڈ دیئے گئے۔ وہاں پر دورے کروائے گئے اور اس کے اکاؤنٹ میں کروڑوں ڈالر جمع کر دیے گئے۔ وہ عورت ان پڑھ تھی اس کو NGO قائم کر کے دی گئی۔ یہ سب اس لیے کیا گیا کہ پاکستانی معاشرے کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا جائے اور میڈیا نے اس مہم میں کلیدی کردار ادا کیا تا کہ اقوام عالم میں پاکستانی معاشرے کی ایک عبرت ناک اور بھیانک تصویر پیش کی جا سکے اور میڈیا نے یہی کام کیا۔

دینی مدارس کے خلاف پروپیگنڈا

جدید دور میں استشراق کا یہ طریقہ کار ہے کہ میڈیا کے ذریعے لوگوں کے ذہنوں کو اپنا غلام بنا لیا جائے اور ان کو وہی دکھایا جائے جو وہ دکھانا چاہتے ہیں۔ اس وقت عالمی کاروبار زندگی کی ڈور امریکہ کے ہاتھ میں ہے۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے جس قدر خبریں تیار کی جاتی ہیں اس کے تقریباً ۵۰ فیصد کا منبع بھی امریکہ ہی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم جو کچھ دیکھتے یا سنتے ہیں امریکہ کے ذرائع ابلاغ بلاواسطہ یا بالواسطہ اس میں شریک ہوتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ اور عالمی حالات پر نظر رکھنے والا ہر آدمی جانتا ہے کہ اس دور کی طاقت مسلمانوں کے تعلیمی نظام کے درپے ہے۔ خصوصاً وہ نظام تعلیم جس کے ذریعے مسلمان اپنے دینی عقائد کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور مدارس کو اپنے نصاب میں ترامیم اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے غور و خوض کرنے پر میڈیا کے ذریعے زور دیا جاتا ہے۔

دینی مدارس مسلمانان برصغیر کی درخشندہ روایات ہیں اس لیے مغربی ذرائع ابلاغ میں مدارس کے

بارے میں تصویر کا ہمیشہ ایسا رخ پیش کیا جاتا ہے جس کے بعد ایک عام مسلمان کے ذہن میں ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ شکوک وشبہات جنم لیں۔ برصغیر میں جب برطانوی استعمار کا تسلط قائم ہوا تو انہوں نے دینی مدارس کا سلسلہ ختم کرنا چاہا مگر ناکام ہوئے چنانچہ اس کا توڑ انہوں نے یہ نکالا کہ ان مدرسوں کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ یہ دینی مدارس دہشت گردی کے اڈے ہیں اور یہاں سے بنیاد پرست جنونی مسلمان پیدا ہوتے ہیں جو اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کو برداشت نہیں کر سکتے۔ نیز خودکش حملے بھی ان مدارس کے تربیت یافتہ افراد کرتے ہیں۔

لندن میں ۷ جولائی ۲۰۰۵ء کے بم دھماکوں کے بعد وزیراعظم ٹونی بلیئر اور دیگر مغربی میڈیا نے بلاجواز اور بلاثبوت پاکستان کے دینی مدرسوں کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ دھماکوں کے فوری بعد اسلام آباد اور لندن کے درمیان اعلیٰ سطح پر رابطہ ہوا اور اس رابطے کے نتیجے میں دینی مدرسوں کے خلاف کریک ڈاؤن شروع کر دیا گیا۔ امریکہ، برطانیہ، مصر، بھارت غرض دنیا میں کہیں بھی بم دھماکہ ہو الزام انہی دینی مدارس پر ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ مدرسے تو خود دہشت گردی کا شکار ہیں۔ جید علمائے کرام کا پے در پے قتل اس بات کا ثبوت ہے کہ دہشت گرد ایک منظم سازش کے تحت مدرسوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

ان اداروں کے نصاب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ تشدد کو فروغ دیتا ہے۔ مغرب ان دینی مدارس کے خلاف اس قدر پروپیگنڈا کیوں کر رہا ہے؟ دراصل مدارس کی قوت کا اصل جوہر کتاب وسنت میں پوشیدہ ہے۔ کتاب وسنت کے ساتھ ساتھ آئمہ سلف کے وارث اور ان کے علمی کارناموں کے جانشین مدارس دینیہ کے علماء ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان مدارس سے جہاد کی تحریکیں پھوٹتی ہیں۔ لہٰذا ایسے افراد مغرب کے لیے ناقابل برداشت ہیں۔

عیسائیت کی تبلیغ میں میڈیا کا کردار

صلیبی جنگوں میں یورپی ممالک کی ذلت آمیز شکست کے بعد مغرب نے تبشیر کی صورت میں نیا صلیبی محاذ کھولا اور روز بروز یہ تبشیری حملے شدید سے شدید تر ہوتے گئے اور انہی حملوں میں ایک حملہ میڈیا کے ذریعے عیسائیت کی تبلیغ ہے۔

پرنٹ میڈیا

جہاں تک پرنٹ میڈیا کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں بائبل کورسز (Bible Courses) کا نام

سرفہرست ہے۔ بائبل کورسز کے نام پر عیسائی لٹریچر نوجوان لڑکے اور لڑکیوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ پاکستان میں ہر جگہ عیسائی لٹریچر چھپتا ہے مگر لاہور میں بائبل سوسائٹی اور شاداب مرکز عیسائی لٹریچر پر تیار کر کے عامۃ الناس میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ اس لٹریچر میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ظاہری ٹیپ ٹاپ میں عیسائیت چھپی رہے۔ ایسا لٹریچر خصوصیت کے ساتھ گوجرانوالہ کے تعلیم بالغان پراجیکٹ کے حوالے سے تیار ہوتا ہے۔ یہ لٹریچر میلوں ٹھیلوں میں مظاہروں کے دوران یا دفاتر اور بازاروں میں عیسائی کارکن تقسیم کرتے ہیں۔ پاکستان میں بائبل اور اس کی تعلیمات کو گھر گھر پہنچانے کے لیے پندرہ بائبل خط و کتابت سکول قائم ہیں جو کسی قیمت اور کسی فیس یا چندے کے بغیر بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں بائبل کے اسباق تقسیم کر رہے ہیں۔ بائبل خط و کتابت سکول لاہور، ملتان، فیصل آباد، ایبٹ آباد، شکار پور، خیر پور، لاڑکانہ، ڈیرہ غازی خان اور کراچی میں موجود ہیں۔

الیکٹرانک میڈیا اور فروغ عیسائیت

الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے بھی مغرب اپنے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہے مثلاً پاکستان کے افغان مہاجرین کے کیمپوں میں افغان مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے مشن پر ۱۹۸۶ء میں کام شروع کیا گیا تھا۔ جن بین الاقوامی اداروں کے تعاون سے یہ کام شروع کیا گیا ان میں نمایاں نام MII, GRI اور FEBA کے ہیں۔ GRI دنیا کی ۱۰۰ زبانوں میں عیسائیت کے فروغ کے لیے آڈیوں اور ویڈیو کیسٹس تیار کرتا ہے اور یہ کیسٹیس مسلمانوں ممالک میں تقسیم کی جاتی ہے۔ GRI نے افغان کیمپوں میں فلاحی اداروں کے ذریعے نہ صرف یہ کیسٹس تقسیم کیں بلکہ ٹیپ ریکارڈر، وی سی آر اور ٹی وی بھی فراہم کیے۔

اہل مغرب کا مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا

آج مسلمانوں کو منانے کے لیے ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے جاتے ہیں اور یہ ذمہ داری میڈیا کے سپرد کی گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کو بنیاد پرست، دہشت گرد بنا کر پیش کرے۔ مسلمانوں کے دینی مدارس کو دہشت گردی کے سینٹرز کی شکل میں پیش کیا جائے اور یہ ظاہر کیا جائے کہ مسلمان اپنے علاوہ کسی اور مذہب کو برداشت نہیں کرتے اور دیگر مذاہب کے لوگوں کو قتل کرنا مسلمانوں کے دین "اسلام" کا ایک اہم جزو ہے جسے عموماً "جہاد" کہا جاتا ہے۔

مغربی میڈیا کی مہربانی سے ایک مردہ اصطلاح میں جان ڈالی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک متروک

اصطلاح پوری دنیا میں مقبول ہو گئی۔ وہ اصطلاح Fundamentalism یعنی ''بنیاد پرستی'' ۔۔۔ یہ اصطلاح چند برس قبل افغانستان کی جنگ کے حوالے سے استعمال ہوئی شروع ہوئی اور چند ہی برسوں میں اس نے دنیائے اسلام کو معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ مغربی میڈیا نے نہایت ہوشیاری سے بنیاد پرستی کا مطلب جاہل، ترقی دشمن، دہشت گرد، دقیانوسی اور کٹر نظریات کے مفہوم کے طور پر پیش کیا بلکہ اس قدر زور و شور سے اس پر بات کی کہ ہر مسلمان ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ حضور میں بنیاد پرست نہیں ہوں۔ ۵۔

آج حال یہ ہے کہ خبروں اور مضامین میں دوسرے مذاہب کے برعکس اسلام کو عمومی طور پر تشدد سے جوڑ دیا جاتا ہے اور خصوصاً پاکستان کو ہدف تنقید بنایا جاتا ہے اور اس پر پابندیاں اور الزامات لگائے جاتے ہیں۔ اسلام اور پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا غیر مسلموں کا ایک مسلسل رویہ ہے۔

امریکہ میں مختلف پالیسیاں وضع کرنے میں تھنک ٹینک (Think Tank) اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ امریکی پالیسیاں انہی ''ذہنی تالابوں'' میں پرورش کے بعد امریکی سماج کے سمندر میں پھیل جاتی ہیں۔ امریکہ میں تھنک ٹینک جس طرح کام کرتے ہیں۔ ان کے متعلق کوئی حتمی رائے قائم کرنا آسان نہیں ہے۔ امریکی سٹیٹ ڈپارٹمنٹ (American State Department) اور پینٹا گون (Pentagon) کا ان اداروں سے بہت گہرا تعلق ہوتا ہے۔ امریکہ کے سب سے بڑے Think Tank کا نام کمیٹی آف 300 ہے، جو چھوٹے Think Tank کے لیے فکری قیادت کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ ان Think Tanks کے پیچھے یہودی دماغ رواں ہے۔ ۹ ستمبر کے بعد امریکہ کے جن Thinks Tanks نے عالم اسلام میں شدت پسندی کے خاتمے اور روشن خیالی کی قدروں کو تیزی سے فروغ دینے کے لیے تحقیقی رپورٹوں کے ذریعے امریکی پالیسی کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے ان میں رینڈ کارپوریشن (Rand Corporation) کا نام سرفہرست ہے۔ Rand ہی وہ ادارہ ہے جس نے نائن الیون کے فوراً بعد پینٹا گون میں ایک اہم بریفنگ دی تھی کہ جس میں القاعدہ کے خاتمے کے لیے افغانستان پر بھرپور امریکی فوجی حملہ کرنے کا کہا گیا تھا۔

اس ادارے کی ہر رپورٹ عالم اسلام کے خلاف گہرے تعصب اور نفرت کا مواد لیے ہوئے ہے اور ان کے مطابق Fundamentalist مسلمان وہ نہیں جو ''جمہوری اقدار اور مغرب کی عصری ثقافت کو مسترد کرتے ہیں۔ وہ استبدادی، مذہبی ریاست کا قیام چاہتے ہیں، جہاں وہ اسلامی قانون اور اخلاقیات کے متعلق اپنے انتہا پسندانہ نظریات کو نافذ کر سکیں۔ یہ بنیاد پرست مغرب کے بالعموم اور امریکہ کے بالخصوص دشمن ہیں۔ Rand کی رپورٹ میں جو حکمتِ عملی تجویز کی گئی تھی اس کا اولین نقطہ Support the

modoern first ہے۔[۱]

مغرب کے منفی پروپیگنڈا کا نتیجہ یہ ہوا آج دنیا میں کہیں بھی دہشت گردی ہو اس کا الزام مسلمان اور پاکستان کے سر تھوپ دیا جاتا ہے اور آج پاکستان کے بارے میں یہی تصور ابھرتا ہے کہ پاکستان ایک دہشت گرد قوم ہے اور یہ سلسلہ صرف یہاں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلمان نوجوان نسل کو بتدریج اس بات پر آمادہ کیا جا رہا ہے کہ اصل آزادی اور رواداری تو مغرب کی تہذیب میں ہے، نہ کہ اسلامی تہذیب میں اور یوں پاکستان کا تشخص پوری دنیا میں خراب کیا گیا ہے۔

ذرائع ابلاغ اور مغربی تہذیب کا فروغ

پاکستان میں ۱۹۹۵ء سے قبل ویلنٹائن ڈے کا کوئی نام و نشان نہ تھا لیکن ہر گزرتے سال میں میڈیا کے زیر اثر اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آج صورتحال یہ ہے کہ ہمارے اسلامی ملک میں بھی اس نے باقاعدہ ایک تہوار کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ نے اپنی حکمتِ عملی اور مقاصد کے تحت ان تہواروں کو بہت زیادہ کوریج دی اور پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں عام کرنے کے لیے میڈیا کا بھرپور استعمال کیا۔

پاکستان کے بعض انگریزی اور اردو اخبارات اور الیکٹرانک میڈیا نے ویلنٹائن ڈے کی تشہیر کرنے میں جس طرزِ عمل کا مظاہرہ کیا اسے نرم ترین الفاظ میں ''شرمناک'' کہہ سکتے ہیں۔ ۲۰۰۴ء میں انگریزی روزنامہ The News نے ان پیغامات پر مبنی دو مکمل صفحات شائع کیے۔ ان صفحات پر ۳۱۹ پیغامات شائع کیے گئے تھے۔ روزنامہ ڈان Dawn نے بھی ۱۴ فروری کو دو صفحات مختص کیے۔ اردو اخبارات میں پیغامات درج کیے گئے۔ گزشتہ ۳، ۴ سال سے ٹی وی چینلز پر باقاعدہ خصوصی پروگرام دکھائے جاتے ہیں اور رقص و سرور کی محافل منعقد کی جاتی ہیں اور ان پروگراموں کے ذریعے مغربی ثقافت کو بھرپور طریقے سے پروان چڑھایا جاتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ لوگوں کا بیشتر وقت ذرائع ابلاغ کی صحبت میں گزرتا ہے۔ اس لیے ذرائع ابلاغ انسانی کی عملی زندگی پر ضرور اثر انداز ہوتے ہیں۔ پہلے معلومات کا کام صرف اخبارات و رسائل انجام دیتے تھے جبکہ آج Electronic Media کا دور ہے۔ یہ مسلمانوں کا المیہ ہے کہ ان کا Media خواہ Print ہو یا Electronic مغربی تہذیب کے تسلط کا شکار ہے۔ کسی بھی ملک وملت کو کھوکھلا کرنے کے لیے اس کی اساس کو ختم کرنا پڑتا ہے۔ کسی بھی ملک وملت کے تہوار اس کے نظریات وعقائد کی ترجمانی کرتے ہیں اور اس

قوم کی تہذیب وثقافت کے امین اور آئینہ دار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب میڈیا کے ذریعے پاکستان کے مسلمانوں کو عموماً اور خصوصاً نوجوان نسل کو ان کی اساس سے قطع کر رہا ہے۔

عصر حاضر کی ایک تلخ حقیقت یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہوں، پوری طرح مغرب اور یہودیوں کے زیر کنٹرول ہیں۔ یہ طبقہ ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ کی مدد سے جو مخصوص افکار و خیالات پھیلا رہے ہیں وہ ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ اہل مغرب کا منتہائے مقصود یہی ہے کہ مغربی تہذیب وثقافت، مغربی اقتصادی نظام، مغربی لباس و زبان ہر چیز کو مسلمان ممالک میں عام کر دیا جائے اور ان کا رشتہ ان کی زبان سے ختم کر دیا جائے کیونکہ مستشرقین یہ جانتے ہیں کہ "جب زبان آتی ہے تو پھر وہ تنہا نہیں آتی بلکہ تہذیب وتمدن بھی اپنے ساتھ لاتی ہے"۔ چنانچہ انہوں نے ایسی کوششیں کی کہ جس سے انگریزی زبان کو فروغ حاصل ہو کیونکہ انگریزی کے فروغ ہی سے مغربی کلچر بھی فروغ پائے گا۔

فحاشی کا فروغ

ذرائع ابلاغ کے مختلف پروگراموں کا مقصد اگرچہ مختلف برائیوں کو بے نقاب کرنا اور تلخ حقائق کو عوام کے سامنے لانا ہوتا ہے اور ظاہر ہے مغرب اپنے پروگراموں کو بہت پرکشش بنا کر پیش کرتا ہے تاکہ یہ پروگرام زیادہ سے زیادہ مقبولیت حاصل کرسکیں۔ مسلمان ممالک کے بھی ذرائع ابلاغ مغربی میڈیا کی تقلید میں ایسے ہی پروگرام زیادہ سے زیادہ چلا رہے ہیں مگر اس بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ ان حقائق سے لوگوں کے ذہنوں پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔ ان پروگراموں میں عام طور پر جھوٹ، دھوکہ دہی، منافقت اور جنس مخالف میں کشش جیسے واقعات دکھائے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان عادات کو اپنانے میں جھجک ختم ہو جاتی ہے۔

موجودہ ذرائع ابلاغ نے ہماری اولادوں کے اخلاق وکردار کو تباہ کر دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں آج کل کے ملکی حالات آپ کے سامنے ہیں۔ روزانہ اخبار کیا آئینہ دکھا رہے ہیں۔ بدتمیزی، بدتہذیبی، بدیانتی اور اخلاق رذیلہ نے قومی وجود کی آکاس بیل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ے

چنانچہ آج ٹی وی، ڈش، کیبل وغیرہ کے تمام تفریحی پروگراموں میں ایک بات جو بار بار نظر آتی ہے وہ ہے مرد و عورت کے قصے جو عشق پر مبنی ہیں۔ مختصر دورانیے کے ڈرامے ہوں یا مسلسل سیریز، حتیٰ کہ بچوں کے کارٹونوں میں بھی جنس مخالف کی طرف کشش کا عنصر دکھایا جاتا ہے۔ گویا یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ انسانی زندگی کا مقصد صرف یہی ہے۔ ضبط ولادت کی تحریک کی تشہیر بھی جس طرح ہر دور میں کی جاتی رہی ہے کہ آج بچہ بچہ اس

تحریک کے مقاصد اور اس سلسلے میں ہونے والی کوششوں سے واقف ہے، یہ بھی میڈیا ہی کی بدولت ہوا ہے۔

آج اگر مسلم معاشرے میں شعائرِ اسلامی سے روگردانی پائی جا رہی ہے تو اس جوہر میں کمی کی ایک بڑی وجہ مغربی میڈیا ہے چونکہ اسلام کی تہذیبی روایات کو ختم کرنا ہی مغرب کا اصل ہدف ہے اور مغرب ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس ہدف کو حاصل کر رہا ہے۔ اصل کمزوری ہماری اور ہمارے حکمرانوں کی ہے کہ ہم نے اسلام دشمنوں کے پروپیگنڈے کے جواب کے لیے کوئی لائحہ عمل ترتیب نہیں دیا، نہ ہی ہم نے ایسی پالیسیز بنائیں جو اس صورتحال کا مقابلہ کر سکیں۔ الحمد اللہ تعالیٰ سے ہماری حالت زیادہ بگڑ گئی ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں ہمیں توجہ کرتے ہوئے کوئی ایسی میڈیا پالیسی ترتیب دینی چاہیے کہ جس کا مقصد اسلامی تشخص کا احیاء وبقاء ہو۔

پاکستان میں تحریکِ استشراق کے نفوذ میں جدید نظام تعلیم کا کردار

قیامِ پاکستان کے وقت ہمیں جو نظام تعلیم ملا وہ ہماری مذہبی اور ملی روایات سے متصادم تھا۔ اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ ایسا نظامِ تعلیم بنایا جائے جو ہمارے فلسفۂ حیات سے مربوط ہو اور ایسی تعلیمی پالیسیز مرتب کی جائیں جو درج ذیل مقاصد کی حامل ہوں:

۱۔ پاکستانی عوام میں اسلام سے وفاداری اور مسلم قومیت کے جذبے کو فروغ دیا جائے تاکہ مختلف صوبوں کے باشندوں میں نظریاتی وحدت پیدا ہو۔

۲۔ طلبہ کے اندر یہ احساس جاگزیں کیا جائے کہ وہ مسلم امہ کے فرد اور پاکستانی قوم کے معمار ہیں۔ ان کے وجود کا مقصد دنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ کرنا اور احترامِ انسانیت کے جذبے کو فروغ دینا ہے۔

۳۔ قرآن وسنت کے مطابق پاکستانی طلبہ کے کردار واطوار کو ڈھالنا جن سے قول وفعل میں تضاد نہ رہے۔

۴۔ ہر درجے میں قرآن وحدیث کی تعلیم لازمی دی جائے تاکہ اپنی اساس سے تعلق مزید مستحکم ہو تاکہ مسلم امہ کے تشخص کو پروان چڑھایا جاسکے۔

۵۔ نوجوانوں میں حصولِ علم اور تحقیق کی دلچسپی پیدا کی جائے تاکہ وہ تعلیم کو ایک مسلسل اور سعی پیہم کی شکل دے سکیں اور مستقبل میں خود کفیل ہو سکیں۔

لیکن بدقسمتی سے پاکستان میں بننے والی تعلیمی پالیسیز میں اس حوالے سے نقائص موجود تھے۔ اسی وجہ سے وہی نظام تعلیم جو قیامِ پاکستان سے قبل قائم تھا اسی کو تھوڑی بہت ترامیم کر کے رائج کر دیا گیا مثلاً اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کو نصاب کا حصہ بنا کر یہ سمجھ لیا گیا کہ اسلامی نظام تعلیم اور قومی وملی نظام تعلیم

دونوں کے مقاصد پورے ہو گئے ہیں۔ اگرچہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نصابات میں تبدیلی تو کی جاتی رہی مگر اس طرف توجہ نہ کی گئی کہ جو انگریزوں کا نظامِ تعلیم ہم نے اس ملک میں نافذ کیا ہے کیا وہ ہمارے مطلوبہ مقاصد کو پورا بھی کرتا ہے یا نہیں کیونکہ نظامِ تعلیم ہی وہ اساس ہے جس کے ذریعے قوموں کے افکار ونظریات کی ترویج ہوتی ہے اور ایک قومی رجحان پروان چڑھتا ہے۔

انگریزی نظامِ تعلیم سے جو مقاصد اہلِ مغرب کے تھے قیامِ پاکستان کے بعد بھی ہم نے ان مقاصد کو ان کے ذریعہ تعلیم کو اپنا کر پورا کیا۔ پروفیسر خورشید احمد اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

> میری نگاہ میں مغربی قوتوں کا سب سے مؤثر حملہ جس میدان میں ہوا ہے وہ تعلیم کا میدان ہے، یہاں حملے کی زد میں فکر ونظر، ایمان وایقان، آداب اور تہذیب وتمدن غرض ہر وہ چیز ہے جو ہماری شناخت ہے اور جس میں ہماری زندگی کی بقا کا راز ہے۔ برطانوی فوجوں کو سرزمین پاک وہند سے ایک دن رخصت ہونا پڑا لیکن میکالے کے تعلیمی نظام نے جس بگاڑ کو جنم اور پروان چڑھایا اس کی گرفت آج بھی ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی پر قائم ہے اور ہم آزاد ہونے کے بعد فی الحقیقت آزاد نہیں۔[۵]

پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا اور مقصد یہی تھا کہ اسلامی حکومت قائم ہو لیکن یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکا اور صورتحال یہی ہے۔ موجودہ نظامِ تعلیم تخلیق پاکستان کے بنیادی محرکات یعنی اسلامی فکر ونظر اور سماجی عدل وانصاف سے مربوط نئی نسل تیار کرنے سے عاری رہا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے ۲۴ برسوں کے بعد ہی اس کا اکثریتی حصہ اس سے الگ ہو گیا اور الگ ملک کی حیثیت سے ابھرا اور باقی رہ جانے والا حصہ آج تک قومی یکجہتی اور معاشرتی ترقی کے ناآسودہ خواب دیکھ رہا ہے۔

جدید نظامِ تعلیم نے پاکستان میں تحریک استشراق کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ہر ایسی پالیسی جو اسلام کے حق میں تھی اسی نظامِ تعلیم کے فارغ التحصیل طلبہ کے لیے ناقابل قبول تھی کیونکہ مذہب بیزاری اور تشکیک پیدا کرنا جدید نظامِ تعلیم کا خاصہ ہے۔ ۱۹۶۱ء میں جو عائلی قوانین نافذ کیے گئے ان کے درپردہ بھی اسی نظامِ تعلیم سے کسب یافتہ افراد تھے۔ جب حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء نافذ کیا گیا تو اس وقت جن لوگوں نے سب سے زیادہ واویلہ کیا تھا وہ مغربی تہذیب کے دلدادہ اور مغربی تعلیم یافتہ تھے اور یہ آرڈیننس ان کی ترقی کی راہ میں مزاحم اور تفریق مرد وزن کے نظریے کا منبع لگتا تھا۔ یہی چیز ان کے لیے قابل قبول نہ تھی۔ حال ہی میں پاس ہونے والے حقوقِ نسواں بل کے حق میں جو میڈیا ٹرائل کیا گیا اس کا بھی

زیادہ تر حامی جدید تعلیم یافتہ طبقہ تھا۔ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

> اسلام اور مغربی تمدن جو زندگی کے دو متضاد نظریوں پر قائم ہیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہیں رہ سکتے جب واقعی یہ ہو تو ہم کیسے اس بات کو توقع کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی نئی نسل کی مغربی بنیادوں پر ایسی تعلیم و تربیت (جو مجموعی طور پر یورپ کے علمی و ثقافتی تجربوں اور اس کے تقاضوں پر مبنی ہے) مخالف اسلام اثرات سے کیسے پاک ہو سکتی ہے۔9

یہ نظام تعلیم نہ صرف خدا پرستی اور اخلاقی اقدار سے خالی ہے بلکہ یہ ہمارے نوجوانوں میں وہ بنیادی اخلاقیات بھی پیدا نہیں کرتا جن کے بغیر کسی قوم کا دنیا میں ترقی کرنا تو در کنار زندہ رہنا بھی مشکل ہے، جیسا کہ مولانا مودودیؒ کہتے ہیں:

> اس نظام تعلیم کے زیر اثر تربیت پا کر جو نسلیں اٹھ رہی ہیں وہ مغربی قوموں کے عیوب سے تو ماشاء اللہ پوری طرح آراستہ ہیں مگر ان خوبیوں کی چھینٹ تک ان پر نہ پڑی جو اسلام کا لب لباب ہیں۔ نہ فرض شناسی، نہ مستعدی و جفاکشی، نہ صبر و ثبات، نہ عزم و استقلال، نہ باقاعدگی و ضابطگی اور نہ ضبط نفس۔ ان میں بدترین رشوت خور، خویش پرور، انصاف اور قانون کا خون کرنے والے، فرض سے جی چرانے والے، ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو قربان کرنے والے ایک دو نہیں ہزاروں کی تعداد میں ہر جگہ آپ کو کام کرتے نظر آئیں گے۔10

تعلیم کا صحیح مقصد تو یہ ہے کہ انسانوں کو حق و باطل کی تمیز سکھا سکے اور انہیں ان کا مقصد زندگی بتا سکے مگر جدید تعلیمی نظام سے تعلیم کا یہ مقصد پورا ہوتا نظر نہیں بلکہ اس نظام تعلیم سے حق و باطل کو پرکھنے کی کسوٹی تک اہل فرنگ نے بدل ڈالی ہے اور انہی کے نقش قدم پر ہمارے ہاں کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی جمہوری اقدار کی پاسبانی کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ خواہ یہ جمہوری اقدار اسلام اور نظریہ حیات کے کس قدر متضاد ہی کیوں نہ ہوں مگر ہم نے مغرب کے اس تصور کو من و عن تسلیم کرتے ہوئے پاکستان میں نافذ کرنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ صاحب اقتدار وہ طبقہ ہے جو مغربی نظام تعلیم کا فیض یافتہ ہے اور مغربیت پسندی اور مرغوب زدہ ذہنیت لیے ہوئے ہے۔

قیام پاکستان کے بعد ضروری تھا کہ انگریز کے ساتھ اس کے نافذ کردہ نظام تعلیم کو بھی خیرباد کہہ دیا جاتا اور پاکستان جس مقصد کے لیے اور جس نصب العین کے لیے وجود میں آیا تھا اس کی پاسبانی کی جاتی اور ایک ایسا نظام تعلیم تشکیل دیا جاتا جو اسلامی اصولوں کی اساس پر دور حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بھرپور

صلاحیت رکھتا لیکن صد افسوس کہ ہم اپنا مقصد بھول کر ذاتی اغراض و مقاصد کے حصول میں الجھ کر رہ گئے اور نظام تعلیم کے شعبے کو بری طرح نظر انداز کر دیا گیا حالانکہ نظام تعلیم ہی ایسا شعبہ ہے جس کے ذریعے مقصدِ حیات اور اسلامی افکار و تصورات کو آئندہ نسل تک منتقل کیا جا سکتا ہے۔

مغربی نظام تعلیم نے مغربیت، لادینیت کے فروغ اور متشکک الذہن بنانے میں جو کردار ادا کیا ہے وہ جسمانی طور پر ہلاک کرنے کا نیا طریقہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس نظام تعلیم ہی کی وجہ سے جدت پسندی فروغ پا رہی ہے اور دن بدن دین بیزاری بڑھتی جا رہی ہے اور مسلمان طلباء اپنے مذہب سے بیگانہ ہوتے جا رہے ہیں۔

نظریاتی، ثقافتی اور تاریخی تشکیک کے فروغ میں جدید تعلیم کا کردار

تعلیم کی اساسی نظریاتی بنیادیں، تعلیمی اداروں کا اسلامی ثقافتی ماحول اور درسی کتب میں مصدقہ تاریخ کے تصورات کے تحت عیسائیوں، یہودیوں اور ہندوؤں کی چیرہ دستیوں کا ذکر اقوامِ مغرب کو ذہنی اذیت میں مبتلا کر رہا ہے۔ لہٰذا عالمی امن کے نام پر ترقی پسندی اور آزادروی کے نام پر وہ پاکستان کے نصابات و درسی کتب کو ہدف تنقید بنا رہے ہیں۔ کوئی بھی قوم اپنے نظام تعلیم کو نظریاتی اور ثقافتی اقدار سے علیحدہ نہیں رکھ سکتی لیکن کنفیوژن پھیلانے والے ہمارے ملک کے نام نہاد دانشور قبولیت عام کے نام پر لبرل ازم کے نام پر اپنے پسندیدہ ایجنٹ کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ اس قبیلے میں کچھ وہ لوگ بھی شامل ہیں جو عرف عام میں اسلامی نظریہ حیات کے چیمپئن بھی ہیں۔ ہمارے نظام تعلیم کو جو خطرات درپیش ہیں ان میں سب سے زیادہ خطرناک یہ ہے کہ اگر آپ بچوں کی تعلیم سے اور ان کے تربیتی ماحول سے وہ عناصر ہی خارج کر دیں گے جو انہیں مسلمان مجاہد، حریت پسند، اسلامی اخوت سے سرشار انسان، اللہ کی راہ میں مال، جان قربان کرنے والا، اپنے اسلاف کی تکریم کرنے والا اور اپنے ماضی پر فخر کر کے مستقبل کے لیے آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کرنے والا بناتے ہیں۔ چند سال بعد کی نوجوان نسل کا ذرا تصور کریں یہ تصور ہی اتنا بھیانک ہوگا کہ ہر ذی ہوش پاکستانی اس تصور سے گھن کھائے گا اور اسی کی وجہ یہ ہے کہ دیمک کی طرح کہیں دور سسٹم کے اندر ایسے لوگوں کی ایک خطرناک تعداد موجود ہے جو ہمارے نظام تعلیم کے راستے ہمارا دینی اور ملی تشخص چھیننا چاہتے ہیں۔

آج بھی اگر ہمارا نظام تعلیم ہمارے ملی و قومی نظریے سے ہم آہنگ ہو جائے تو ہم ماضی میں کی جانے والی کوتاہیوں کی تلافی کر سکتے ہیں اور موجودہ صورتحال کو بہتر بنا سکتے ہیں تاکہ اپنی نسل نو میں اتحاد، اخلاق اور محبت دین وملت کا جذبہ بیدار کر سکیں تاکہ ہم جہاں تیز رفتار معاشی، سیاسی، اقتصادی ترقی کر سکیں وہیں مذہبی، اخلاقی، روحانی اور ملی ترقی بھی فروغ پا سکے اور ہم دشمن کے عزائم کو ناکام بنا سکیں۔

پاکستان کے نظام تعلیم پر امریکی یلغار

پاکستان کے نظام تعلیم کے اپنے مطلوبہ مقاصد کے تحت ڈھالنے کے لیے امریکہ نے پاکستان پر دباؤ بھی ڈالا اور اس کو امداد بھی فراہم کی تا کہ ایسا نصاب تعلیم وضع کیا جا سکے جو اہل مغرب کے مقاصد کو پورا کرتا ہو۔ واشنگٹن نے پاکستان کو ایک سو ملین ڈالر کا تعاون دیا ہے تا کہ پاکستان اسلامی وثقافتی کتابوں پر نظر ثانی کر سکے اور ہر استاد و طالب علم کا ریکارڈ تیار کر کے دینی مدارس پر کنٹرول حاصل کرے۔[۱۱]

تعلیمی محاذ پر امریکہ نے اس طرح ضرب لگائی ہے کہ اسکول میں اپنی مرضی کا نصاب رکھوایا جس سے اسلام کو غلط شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔[۱۲]

تھومس فریڈ مین (جو امریکی قائدین کی زبان میں عرب اور مسلم ذمہ داران کے نام خطوط لکھنے کے لیے مشہور ہے) نے نیویارک ٹائمز میں منہج تعلیم کو بدلنے کا مطالبہ کیا ہے اور اپنا پورا غصہ اسلامی تعلیمات اور قرآنی نصوص پر اتارا ہے اور دینی مدارس پر حملہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مسلمان جو آج مغرب کے خلاف دہشت گردی اور دشمنی کی فضا میں زندگی گزار رہے ہیں اس کے ذمہ دار دینی مدارس ہی ہیں۔[۱۳]

مغرب اپنی اس فکر کو ہر ممکن طریقے سے مسلمان ممالک میں نظام تعلیم کی صورت میں نافذ کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے مغربی میڈیا کا استعمال کیا ہے۔ محکوم اقوام کو ترقی کے نام پر Information Technology کا نعرہ دیا گیا ہے۔ یہ مغرب کے کمپیوٹر سیٹ بیچنے کا نعرہ ہے کیونکہ ترقی پذیر ممالک میں کمپیوٹر سے متعلق صنعتیں لگانے کی اجازت نہیں۔ میڈیا کے ذریعے جنسی آوارگی کو فروغ دینا اس ایجنڈے کا حصہ ہے کیونکہ مسلمانوں کی اصل قوت ان کی اخلاقی وروحانی قدریں ہیں۔ مغرب نے دور استعمار کے آغاز سے ہی تعلیم کو مسلم معاشرے کے انتشار کے لیے استعمال کیا۔ تعلیمی اداروں کے قیام، نصاب کی تشکیل اور ذریعہ تعلیم کے لیے مغربی زبانوں کا استعمال دراصل استعمار کی تقویت اور مقامی معاشرے کی شکست وریخت کا سب سے کامیاب حربہ ثابت ہوا اور مسلمان معاشرے تقسیم ہو گئے۔ جدید تعلیم یافتہ شخصیت کی تعمیر استعماری ماڈل پر ہو گی۔ حتیٰ کہ اس کا نصب العین، اخلاقی قدریں، معاشرتی رویے اور حیات وکائنات کا تصور مغرب کے مطابق قرار پایا۔ موجودہ عالمی ایجنڈے کے مطابق اعلیٰ تعلیم کو محدود کر دیا گیا تا کہ کسی قوم میں تحقیق وتنقیدی صلاحتیں پروان نہ چڑھ سکیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پبلک سنٹر (Public Center) وسائل کی کمی کا شکار اور سرکاری سرپرستی سے محروم ہو رہے ہیں۔ آج طلبہ جو کچھ پڑھتے ہیں اس کا تعلق طلبہ کے ماحول سے نہیں ہوتا بلکہ دور دراز مغربی ماحول سے ہوتا ہے۔ مغربی پالیسی کے تحت علم کا مقصد سرمایہ کی خدمت قرار پایا۔ تعلیم کی ساری تنظیم Job Mark کے لیے ہے اور اس تعلیم سے عقائد ومذہب نکال دیے گئے ہیں۔ البتہ ایک چیز ہے اور وہ ہے مغربی استعماری اطاعت لارڈ میکالے نے اپنی یادداشت (۱۸۳۵ء)

میں لکھا تھا کہ ہماری تعلیم کا مقصد ایسے لوگوں کو آگے لانا ہے جو رنگ ونسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں لیکن ذہنی طور پر انگریز ہوں۔[۱۴]

اس اقتباس سے واضح ہو جاتا ہے کہ مغربی نظام تعلیم کے فروغ سے مقصود ہی ایسے افراد کی تیاری تھی جو مغربی افکار کی ترویج میں کام آسکے اور پاکستان کے بہت سے فکری ونظریاتی مسائل کا باعث یہی نظام تعلیم ہے۔ آج بھی اگر ہمارا نظام تعلیم ہمارے ملی وقومی نظریے سے ہم آہنگ ہو جائے تو ہم ماضی میں کی جانے والی کوتاہیوں کی تلافی کر سکتے ہیں اور اپنی نسل نو میں دینداری، روحانیت، اعلیٰ اخلاق اور اتحاد اور محبت ملی وطنی کی آبیاری کر سکتے ہیں کیونکہ قوموں کی تعمیر وترقی، خوشحالی اور استحکام کا انحصار نظام تعلیم پر ہے۔ ہر ملک معاشرہ اور قوم اپنے نظریات، اپنی تہذیب وثقافت اور تاریخی شناخت کو بنانے کے لیے نظام تعلیم ہی کا سہارا لیتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ نعیم صدیقی، عورت معرض کشاکش میں، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۱۳۳

۲۔ مودودیؒ، ابوالاعلیٰ، سید، پردہ، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۸

۳۔ ایضاً، ص ۱۰۲-۱۰۳

۴۔ ندوی، منذر الحفیظ، مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۲۰۰۱ء، ص ۲۸۷-۲۸۸

۵۔ بخاری، محمد صدیق شاہ، رواداری اور مغرب، علم وعرفان پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۶۸

۶۔ www.rand.org.com

۷۔ شہناز ماجد، ''موجودہ ذرائع ابلاغ معاشرتی تعمیر میں معاون ہیں یا مزاحم'' ماہنامہ خواتین میگزین ۲۰۰۳ء، ج ۷، ص ۱۳

۸۔ خورشید احمد، پروفیسر، نظام تعلیم، روایت، مسائل، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، س۔ن، ص ۷

۹۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، مغرب سے صاف صاف باتیں، مجلس نشریات اسلام، کراچی، س۔ن، ص ۱۳۴

۱۰۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، تنقیحات، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۳۹ء، ص ۱۷۲

۱۱۔ سلیم منصور خالد، تعلیم میں بیرونی معاونت، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء، ص ۱۵۱

۱۲۔ تقی عثمانی، محمد، ہمارا تعلیمی نظام، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، ۱۴۱۵ھ، ص ۷۹

۱۳۔ تعلیم میں بیرونی معاونت، ص ۱۲۰

۱۴۔ شیر بخاری، میکالے اور برصغیر کا نظام تعلیم، خلیل آرٹ پرنٹرز، ۱۹۸۶ء، ص ۷۸